
فیصل شہزاد کا نیا کارنامہ
خوفناک ہنگامہ

فیصل شہزاد اور ڈریکولا کا نیا جاسوسی کارنامہ!!

خوفناک ہنگامہ

مظہر کلیم ایم اے



یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

ناشران ——— اشرف قریشی
——— یوسف قریشی
پرنٹر ——— محمد یونس
طابع ——— ندیم یونس پرنٹرز لاہور
قیمت ——— ۶/ روپے



آپ سے باتیں

پیارے بچو! میری میز پر آپ کے خطوط کا ایک بڑا سا ڈھیر پڑا ہوا ہے۔ اور آپ سب نے فیصل شہزادہ سیریز کو بے حد پسند کیا ہے۔ بے حد شکریہ! چونکہ علیحدہ علیحدہ ہر خط کا جواب دینا میرے لئے ممکن نہیں اس لئے میں سب بچوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ آئندہ بھی اسی طرح مجھے خط لکھتے رہیں گے۔ دل چسپ اور پیارے پیارے خط۔

اب آیئے اس ماہ کے سب سے دل چسپ خط کا ذکر کریں۔ اس بار جڑانوالہ شہر سے ندیم الزماں نے ہمیں سب سے دل چسپ خط لکھا ہے۔ وہ اپنے خط میں لکھتے ہیں۔

انکل۔ ہم سب بہن بھائی آپ کی تمام کتابیں بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ یوں تو ہمیں آپ کی لکھی ہوئی سب کتابیں بے حد پسند ہیں خاص طور پر چھنگو سیریز اور چلو سات طلسمات سیریز لیکن فیصل شہزادہ سیریز کا تو جواب ہی نہیں۔

انکل۔ شہزادہ بے حد پیٹو ہے۔ اتنا کھاتا ہے اتنا کھاتا ہے پھر بھی ہر وقت بھوکا رہتا ہے۔ آخر اتنی خوراک کہاں جاتی ہے۔ میرے ابو ڈاکٹر ہیں میں نے جب ان سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ شہزادہ کے پیٹ میں

کیڑے ہوں گے وہی خوراک کھا جاتے ہیں۔ انکل آپ شہزاد کا علاج کیوں نہیں کرواتے۔ اگر آپ کے پاس اس کے علاج کے لئے پیسے نہیں ہیں تو آپ شہزاد کو ہمارے گھر بھیج دیں۔ ہمارے ابو اس کا مفت علاج کر دیں گے۔ بھیجیں گے نا آپ :

پیارے ندیم انوار۔ شہزاد سے ہمدردی کا بے حد شکریہ۔ شہزاد کے پیٹ میں کیڑے نہیں بلکہ اس کی عقل اس کے پیٹ میں گھسی ہوئی ہے۔ اس لئے جب تک وہ کھائے نا اس کی عقل کام ہی نہیں کرتی۔ ہمیں شہزاد کو آپ کے گھر بھیجنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ آپ سب کی خوراک اکیلا ہی کھا گیا تو آپ سب کو بھوکا رہنا پڑے گا۔ سوچ لیں۔

والسلام

آپ کا انکل

مظہر کلیم ایم اے

نوٹ

ندیم انوار صاحب کو "خوفناک ہنگامہ" کی اعزازی کاپی بھجوا دی گئی ہے۔

ادارہ



مسلم اصفہانی سر پر اچانک چوٹ لگنے سے منہ کے بل نیچے گرا۔ اور بیہوش ہو کر وہیں پڑا رہ گیا اور پھر جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ اس کے گرد چار پانچ افراد کھڑے تھے اور ایک آدمی گھٹنوں کے بل بیٹھا اس کے سینے پر بڑے ماہرانہ انداز میں مالش کر رہا تھا اور پھر جیسے ہی مسلم اصفہانی کی آنکھیں کھلیں وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"یہ تو ہوش میں آ گیا ہے اب ان پولیس والوں کو بھی ہوش میں لے آئیے ڈاکٹر صاحب"۔ ان میں سے ایک آدمی

نے کھڑے ہونے والے شخص سے مخاطب ہو کر کہا

"ہاں ان کا ہوش میں آنا بھی ضروری ہے۔ لیکن اس کے لیئے انہیں ہسپتال لے جانا پڑے گا کیونکہ وہ کسی زہریلی گیس کی بنا پر بیہوش ہوئے ہیں۔ اُس کے سر پر تو صرف چوٹ لگی تھی" ڈاکٹر نے پولیس جیپ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور مسلم اصفہانی کے گرد کھڑے ہوئے لوگوں میں سے چند اس کے ساتھ چل دیئے۔ مسلم اصفہانی ہوش میں آتے ہی تیزی سے اٹھ بیٹھا

"کیا ہوا تھا مسٹر۔ کس نے تمہیں بیہوش کیا تھا" دو تین آدمیوں نے اسے پوری طرح ہوش میں دیکھ کر پوچھا۔

"معلوم نہیں میں تو پولیس والوں کی امداد کے لیئے باہر نکلا تھا کہ کسی نے میرے سر پر اچانک ضرب لگا دی"

مسلم اصفہانی نے اٹھ کر سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ دروازہ کھول کر تیزی سے سٹیرنگ پر بیٹھ گیا

"ارے تم کہاں جا رہے ہو۔ ٹھہرو ابھی پولیس آ رہی ہے۔ ایک سپاہی کو گولی مار کر ہلاک کیا گیا ہے" ایک آدمی نے چیخ کر مسلم اصفہانی سے کہا مگر مسلم اصفہانی بھلا اب وہاں کیسے رک سکتا تھا۔ اس نے نتہائی پھرتی سے انجن سٹارٹ کیا اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے کار دوڑا کر آگے بڑھتا چلا گیا اور وہاں اکٹھے لوگ اُسے روکنے کے لئے چیختے رہ گئے مگر مسلم اصفہانی نے کسی کی پرواہ نہ کی اور پھر ذرا آگے ایک سائیڈ روڈ پر کار موڑ کر اس نے کار کی رفتار اور بڑھا دی اُسے اطمینان تھا کہ پولیس والے اب اُسے تلاش نہ کر سکیں گے کیونکہ کار کے نمبر جعلی تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کا دماغ

اب بری طرح کھول رہا تھا۔ وہ ضرب لگانے والوں میں سے ایک کو پہچان چکا تھا کہ وہ خسرو کا آدمی ہے اور وہ سمجھ گیا تھا۔ کہ خسرو کے آدمیوں نے فیصل کو اس سے جبراً چھین لیا ہے اور اب خسرو فیصل کو چار بڑوں کے سامنے پیش کرکے خود ان کی نظروں میں اہمیت اختیار کر لے گا جبکہ یہ حق مسلم اصفہانی کا تھا۔

وہ مسلسل کار چلانے کے ساتھ ساتھ خسرو سے انتقام لینے کے بارے میں سوچ رہا تھا اور پھر اچانک اس نے ایک فیصلہ کر لیا۔ ایک عجیب وغریب فیصلہ کہ اُسے چار بڑوں کے خلاف بغاوت کر دینی چاہیئے اور کالا گلاب تنظیم کی سربراہی خود سنبھال لینی چاہیئے وہ سوچ رہا تھا کہ اب چار بڑوں کی نظروں میں تو گر ہی چکا ہے۔ اب اس کی حیثیت بحال ہونی مشکل ہے۔ سیکرٹ

سروس کے چیف کا عہدہ بھی اس کے ہاتھوں سے نکل گیا ہے حکومت بھی اس کے خلاف ہو چکی ہے اور حالانکہ اس نے اس مہم سے پہلے تنظیم کے لئے بے پناہ کارنامے انجام دیئے تھے۔ لیکن معمولی سی ناکامی پر چار بڑوں نے اُسے خسرو کے سامنے ذلیل کر دیا۔ اُسے اس کی خدمات کا کوئی صلہ نہیں دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں یہ خدشہ بھی تھا کہ اگر خسرو نے اس مہم میں کامیابی حاصل کر لی تو ہو سکتا ہے کہ وہ چار بڑوں کو اس بات پر راضی کر لے کہ مسلم اصفہانی کا خاتمہ کر دیا جائے کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ مسلم اصفہانی کے مقابلے میں اُسے وقتی طور پر تو کامیابی ہو سکتی ہے لیکن مستقل اور مسلسل کامیابیاں حاصل کرنا ممکن نہیں ہے انہی باتوں کو سوچ کر مسلم اصفہانی نے چار بڑوں کیخلاف

بغاوت کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس فیصلے کے ساتھ اسے معلوم تھا کہ اگر اس کا یہ منصوبہ ناکام رہا تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے موت سے نہ بچا سکے گی لیکن اب وہ ضد پر اتر آیا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ اگر وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہو گیا تو پھر ہمیشہ کے لئے اس کے وارے نیارے ہو جائیں گے ملک کی سب سے طاقتور تنظیم اس کے کنٹرول میں ہو گی اور دنیا کی ہر نعمت اُسے میسر ہو گی

اب مسئلہ تھا اس منصوبے پر عملدرآمد کرنے کا وہ چاہتا تھا کہ کوئی ایسا طریقہ استعمال کرے کہ جس سے کام جلد از جلد اور یقینی ہو سکے لیکن کوئی ایسا طریقہ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا اس ادھیڑ بن میں کار چلاتا چلا گیا اور پھر اس وقت وہ چونکا جب اس نے اپنے آپ کو خسرو کے ہیڈ کوارٹر

کے سامنے موجود پایا۔ بے خیالی میں وہ کار چلاتا ہوا ادھر آنکلا تھا اس نے کار کی رفتار آہستہ کی اور پھر اُسے ہیڈ کوارٹر کے عمارت کے گیٹ کی طرف دوڑا دیا۔ جیسے ہی اس نے کار کو گیٹ کے سامنے روکا۔ ایک مسلح دربان پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھول کر باہر آ گیا

"پھاٹک کھولو" مسلم اصفہانی نے بڑے تحکمانہ لہجے میں دربان سے مخاطب ہو کر کہا

"یس سر" دربان نے اسے پہچانتے ہی مؤدبانہ لہجے میں کہا اور تیزی سے مڑ کر پھاٹک کے اندر غائب ہو گیا۔ مسلم اصفہانی نے ڈیش بورڈ کا خانہ کھولا اور اس میں سے دو پیٹری نما چھوٹے چھوٹے نمبر نکال کر جیب میں ڈال لئے۔ پوائنٹ سٹپل پہلے ہی اس کی جیب میں تھا اور سائیلنسر لگا ریوالور بھی

چند لمحوں بعد پھاٹک کھلتا چلا گیا اور
مسلم اصفہانی تیزی سے کار اندر بڑھاتے لے
گیا۔ عمارت میں جگہ جگہ مسلح افراد موجود تھے
اور عجیب سی گہماگہمی نظر آ رہی تھی۔ مسلم
اصفہانی نے کار پورچ میں جا کر روک دی
وہاں پہلے ہی تین کاریں کھڑی تھیں اور جیسے
جیسے ہی کار روک کر وہ نیچے اُترا۔
مسلح افراد نے اُسے گھیر لیا۔ لیکن ان کا
انداز مؤدبانہ تھا
"تمہارا باس کہاں ہے" مسلم اصفہانی
نے ان سے مخاطب ہو کر پوچھا
"وہ سر مشین روم میں ہیں اور چار بڑے
بھی وہیں موجود ہیں" ایک مسلح آدمی نے
بڑے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے
کہا۔
"مجھے وہاں لے چلو کہاں ہے مشین روم"
مسلم اصفہانی نے کہا وہ چار بڑوں کے

متعلق سن کر چونک پڑا تھا
"سر ہمیں منع کر دیا گیا ہے کہ کسی
کو اندر نہ آنے دیں" ان میں سے ایک
نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔
"شٹ اپ تم جانتے نہیں کہ میں کون
ہوں" مسلم اصفہانی نے انتہائی غصیلے لہجے
میں اُسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔
"بہتر سر آئیے اب آپ کو تو نہیں
روکا جا سکتا" اس آدمی نے شرمندہ سے
لہجے میں کہا اور پھر وہ اُسے لئے ہوئے
عمارت کے مین دروازے میں داخل ہو گیا
ایک راہداری سے گذرنے کے بعد وہ
ایک چھوٹے سے کمرے میں آ گئے۔ مسلح
آدمی نے کمرے کا دروازہ بند کر کے سوئچ
بورڈ کی سائیڈ میں لگا ہوا ایک بٹن دبایا
تو کمرہ کسی لفٹ کی طرح نیچے اترتا چلا گیا

چند لمحوں بعد کمرے کی حرکت ایک جھٹکے سے رک گئی تو مسلح آدمی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ اب وہ ایک چھوٹی سی راہداری میں تھے اس راہداری میں بھی چار مسلح افراد بڑے چوکنے انداز میں کھڑے تھے۔ پہلے تو انہوں نے کمرے کا دروازہ کھ ہی ان دونوں پر مشین گنیں تان لیں مگر پھر دوسرے لمحے ان دونوں کو پہچانتے ہی ا کی مشین گنیں جھکتی چلی گئیں اور وہ ایک طرف ہٹ گئے۔ مسلم اصفہانی اس آدمی رہنمائی میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ راہداری کے آخر میں ایک لوہے کا مضبوط دروازہ جس کے اوپر سرخ رنگ کا بلب جل ر تھا۔ اس آدمی نے دروازے پر مخصوص ا میں تین بار دستک دی تو سرخ بلب بجھ گیا اور دروازہ خودبخود کھلتا چلا گیا۔

"تشریف لے جائیے سر" مسلح آدمی نے ایک طرف ہٹتے ہوئے مسلم اصفہانی سے مخاطب ہو کر کہا اور مسلم اصفہانی قدم بڑھا کر کمرے کے اندر داخل ہو گیا۔

"اوہ مسلم اصفہانی تم! آؤ آؤ تم بھی دیکھ لو کہ جن لوگوں کے مقابلے میں تم ناکام رہے ہو ان کا میں کیا حشر کرنے والا ہوں" خسرو نے مسلم اصفہانی کو دیکھ کر چونکتے ہوئے کہا، مسلم اصفہانی دھیرے سے مسکرایا

خسرو کے سامنے ایک بڑی سی مشین موجود تھی جس پر مختلف رنگوں کے بلب جل رہے تھے۔ سامنے دیوار پر ایک سکرین روشن تھی۔ سکرین پر کسی کمرے کا منظر نظر آ رہا تھا۔ کمرے میں رضا کاشانی۔ شہریار فیصل شہزاد اور ڈریکولا موجود تھے۔ وہ سب کمرے کی ایک دیوار کی طرف رُخ کیے

کھڑے تھے۔ خسرو کے پیچھے کرسیوں پر
چار بڑے نقاب پہنے بیٹھے ہوئے تھے
مسلم اصفہانی نے انہیں سلام کیا۔
"آؤ مسلم اصفہانی دیکھو خسرو نے کسقدر
عظیم کامیابی حاصل کر لی ہے"
ایک نقاب پوش نے بڑے طنزیہ انداز
میں مسلم سے مخاطب ہو کر کہا۔
"جناب مجھے ایک شکایت ہے۔ اس
لڑکے فیصل کو میں نے گرفتار کیا تھا اور
میں اسے لے کر آپ کے پاس آ رہا تھا
کہ خسرو کے آدمیوں نے مجھ پر حملہ کر کے
اسے چھین لیا اور یہاں لے آئے"
مسلم اصفہانی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا
"شٹ اپ تم ناکام آدمی ہو اور اب
خسرو سے حسد کی بنا پر الزام تراشیوں پر
اتر آئے ہو۔ تمہیں شرم آنی چاہیئے"
ایک نقاب پوش نے انتہائی کرخت لہجے

میں کہا
"یہ جھوٹ ہے جناب صریحاً جھوٹ ہے"
خسرو نے بڑی ڈھٹائی سے کہا
"ہمیں معلوم ہے کہ مسلم اصفہانی اب ہمارے
لئے بیکار ہو چکا ہے اور اس کی تازہ ترین
الزام تراشی بتا رہی تھی کہ یہ ذہنی طور پر
بھی ناکارہ ہو چکا ہے۔ اس مہم کے بعد ہم
اس سلسلے میں کوئی حتمی فیصلہ کریں گے"
ایک اور نقاب پوش نے انتہائی تیکھے لہجے
میں جواب دیا اور مسلم اصفہانی نے ایک نظر
خسرو کے چہرے کو دیکھا جو اپنی کامیابی پر
چمک رہا تھا
"خسرو تم آپریشن شروع کرو۔ اب
ان لوگوں کے خاتمے میں مزید دیر نہیں
ہونی چاہیئے"
ایک نقاب پوش نے خسرو سے مخاطب
ہو کر کہا

"یس سر! ابھی لیجئے" خسرو نے جھک کر کہا اور پھر اس نے مشین پر نصب ایک سرخ رنگ کا ہینڈل جھٹکے سے نیچے کر دیا۔ ہینڈل کے نیچے ہوتے ہی مشین سے گڑگڑاہٹ کی تیز آواز نکلنے لگی اور اس کے ساتھ ہی ان سب کی نظریں سکرین پر جم گئیں۔ ہینڈل نیچے ہوتے ہی اس کمرے کی چھت جس میں فیصل شہزاد اور اس کے ساتھی قید تھے۔ تیزی سے نیچے فرش کی طرف جھکتی چلی گئی اور مسلم اصفہانی سمجھ گیا کہ خسرو کس طرح ان لوگوں کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ اسے معلوم تھا کہ چند لمحوں بعد چھت فرش کے برابر ہو جائے گی اور ان لوگوں کی ہڈیاں تک چٹنی ہو جائیں گی۔ گوشت بھی پس کر لوتھڑوں کی شکل اختیار کر جائے گا۔ چھت تیزی سے نیچے آتی جا رہی تھی اور فرش اور چھت کا فاصلہ لمحہ بہ لمحہ کم ہوتا چلا جا رہا تھا خسرو اور

چاروں بڑوں کی نظریں سکرین پر جمی ہوئی تھیں لیکن مسلم اصفہانی کے ذہن میں ایک اور طوفان اٹھ رہا تھا کہ اگر خسرو اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تو چار بڑے اس کے کہنے میں آ کر مسلم اصفہانی کا خاتمہ کر دینے پر تل جائیں گے اور چار بڑوں کا رویہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا چنانچہ اس نے یہیں پر کوئی فوری قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا اور پھر اس کا ہاتھ تیزی سے جیب میں رینگتا چلا گیا۔ کیونکہ سب سکرین کی طرف متوجہ تھے اس لئے کسی نے اس کی حرکات کو چیک نہ کیا پھر جب مسلم اصفہانی کا ہاتھ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں وہی پوائنٹ پنسل موجود تھا جس کی مدد سے اس نے پولیس سٹیشن کو جام کر دیا تھا۔

اس وقت چھت فرش کے بالکل قریب پہنچ چکی تھی اور کمرے میں موجود قیدی اب فرش پر لیٹ گئے تھے اور انہوں نے یقینی موت کو اپنے سروں پر دیکھ کر بے چین

بند کر لیں یقیناً اب ان کی یقینی موت میں صرف چند لمحوں کی دیر تھی. مشین سے مسلسل گڑگڑاہٹ کی آوازیں نکل رہی تھیں.

مسلم اصفہانی نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پوائنٹ پسٹل کا رخ مشین کی طرف کیا اور پھر اس کا بٹن دبا دیا. پوائنٹ پسٹل کے سرے پر ایک شعلہ سا چمکا اور دوسرے لمحے مشین یکدم اس طرح ساکت ہو گئی کہ جیسے کبھی چلی ہی نہ ہو. کمرے میں سکوت سا چھا گیا. اور مسلم اصفہانی نے انتہائی پھرتی سے پوائنٹ پسٹل واپس جیب میں کھسکا دیا

"ارے یہ کیا ہوا" مشین کے ساکت ہوتے ہی وہ سب بری طرح چونک پڑے. سکرین پر کمرے کی چھت کمرے میں موجود فیصل شہزاد اور اس کے ساتھیوں کے جسموں سے صرف چند انچ کے فاصلے پر رک گئی تھی اور مشین کے بند ہوتے ہی سکرین بھی تاریک ہو چکی تھی. خسرو نے تیزی سے مشین کے بٹن اوپر نیچے کرنے شروع کر

دیئے اور چاروں نقاب پوش بھی بے اختیار اچھل کر کھڑے ہو گئے

" یہ مشین کیوں رک گئی ." خسرو نے حیرت سے بڑبڑاتے ہوئے کہا

" اس لئے کہ مسلم اصفہانی نے اسے رکنے کا حکم دیا ہے " اچانک مسلم اصفہانی نے کرخت لہجے میں کہا. اور خسرو سمیت چاروں بڑے تیزی سے مسلم اصفہانی کی طرف مڑ گئے اور پھر خسرو اور چاروں بڑوں کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں . کیونکہ مسلم اصفہانی کے دائیں ہاتھ میں سائیلنسر لگا ریوالور موجود تھا اور دوسرے ہاتھ میں اس نے ایک پٹڑی سی تھامی ہوئی تھی . اس کا انگوٹھا پٹڑی کے عین درمیان میں رکھا ہوا تھا.

اس لئے میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اب تمہاری بجائے کالا گلاب تنظیم کا چیف باس میں خود ہوں گا"

مسلم اصفہانی نے انتہائی کرخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا

"یو شٹ اپ میں ابھی ....."

خسرو نے پاگلوں کی طرح چیختے ہوئے کہا اور اس کا ہاتھ تیزی سے جیب میں رینگا مگر اسی لمحے مسلم اصفہانی نے ٹریگر دبا دیا اور سائلینسر لگے ریوالور سے ٹرچ کی آواز نکلی اور گولی ٹھیک خسرو کے دل میں گھستی چلی گئی۔ خسرو کے حلق سے ایک چیخ نکلی اور وہ پشت کے بل نیچے زمین پر جا گرا۔

"تم — تمہاری یہ جرأت کہ تم میرے ہی ہیڈکوارٹر میں مجھ پر پستول تان لو"

خسرو نے انتہائی غصیلے انداز میں چیختے ہوئے کہا

"یہ مسلم کیا تم پاگل ہو گئے ہو"

چار بڑوں میں سے ایک نے چیختے ہوئے کہا۔ وہ شاید تصور بھی نہ کر سکتے تھے کہ مسلم اصفہانی ایسا اقدام کر سکتا ہے

"ہاں میں پاگل ہو گیا ہوں تم چار بڑوں نے مجھے ذلیل کیا ہے۔ اس گھٹیا سے آدمی کے کہنے پر۔ تم لوگوں نے میری سابقہ خدمات کو یکدم نظرانداز کر دیا ہے۔

گولی نے اُسے دوسرا سانس لینے کی بھی مہلت نہ دی اور اس کے ہاتھ پیر سیدھے ہوتے چلے گئے وہ فیصل شہزاد کو موت سے ہمکنار کرتے کرتے خود موت کی اندھی وادی میں ڈوب گیا

"خبردار اگر کسی نے حرکت کی، میرے ہاتھوں میں سائنائیڈ بم ہے۔ تم سائنائیڈ بم کے متعلق اچھی طرح جانتے ہو۔ جیسے ہی میں نے انگوٹھا دبایا۔ سائنائیڈ زہر کی پھوار تم پر پڑے گی اور نہ صرف تم بھیانک موت کا شکار ہو جاؤ گے بلکہ تمہارے جسم کا تمام گوشت ایک لمحے میں پانی میں تبدیل ہو جائے گا۔

مسلم اصفہانی نے چیختے ہوئے چار بڑوں سے مخاطب ہو کر کہا

"تم چاہتے کیا ہو"

ایک نقاب پوش نے اپنے غصے کو دباتے ہوئے مسلم اصفہانی سے پوچھا۔

"سنو اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو اس کی ایک ہی صورت ہے کہ تم تنظیم کی سربراہی سے دستبردار ہو جاؤ اور میری سربراہی کا اعلان کرو ورنہ دوسری صورت میں تمہارا خاتمہ کر کے میں خود ہی تنظیم کی قیادت سنبھال لوں گا۔ بولو کیا فیصلہ کرتے ہو۔ زندگی یا موت" مسلم اصفہانی نے چیختے ہوئے جواب دیا۔

"لیکن یہاں بیٹھ کر تو فیصلہ نہیں کیا جا سکتا" ایک نقاب پوش نے کہا۔

"یہیں اور اسی جگہ اور اسی لمحے یہ فیصلہ ہو گا سمجھے" مسلم اصفہانی نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی پتری ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور وہ چاروں ٹھٹھک کر پیچھے

"انہیں چار بڑوں نے موت کی سزا دے دی ہے۔ سنو! چار بڑوں کی زبان سے خود حکم سن لو" مسلم اصفہانی نے مائیک آف کر کے ایک نقاب پوش کی طرف بڑھا دیا "جو کچھ میں نے کہا ہے اس کی تائید کرو ورنہ ......" مسلم اصفہانی نے انتہائی سخت لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ مائیک آن کر دیا۔

"نمبر ٹو میں چیف باس نمبر تھری بول رہا ہوں" ایک نقاب پوش نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"ہمارے باس خسرو نے تنظیم کے ساتھ غداری کی تھی جس کا ابھی ابھی پتہ چلا ہے اور ہم نے تنظیم کے اصولوں کے مطابق اسے فوری موت کی سزا دی ہے اور وہ اس وقت ہمارے سامنے مردہ پڑا ہوا ہے" نقاب پوش نے کہا۔

"یس سر ٹھیک ہے غدار کی سزا موت ہی ہونی چاہیئے" نمبر ٹو نے مؤدبانہ

لہجے میں تائید کرتے ہوئے کہا۔

"سنو ایک خصوصی منصوبے کے تحت ہم فوری طور پر انڈر گراؤنڈ ہو رہے ہیں اور مسلم اصفہانی کو تنظیم کا چیف باس مقرر کر دیا گیا ہے۔ تم ایسا کرو کہ ہیڈ کوارٹر میں موجود تمام ممبروں کو کرشش ہال میں جمع کرو ہم وہیں آ کر اس فیصلے کا اعلان کریں گے تاکہ باقاعدہ طور پر اس پر عمل کیا جا سکے"۔

اس نقاب پوش نے کہا اس کی نظریں مسلم اصفہانی کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے اس پتری نما خوفناک بم پر گڑی ہوئی تھیں اور اسے معلوم تھا کہ اگر اس نے ذرا سی بھی مسلم اصفہانی کی مرضی کے خلاف آواز نکالی تو ابھی وہ انگوٹھا دبا دے گا اور پھر انہیں خوفناک موت سے کوئی نہ بچا سکے گا۔

"بہتر جناب میں ابھی احکامات جاری کر دیتا ہوں۔ سب لوگ پانچ منٹ میں کرشش ہال میں جمع ہو

نمبر ٹو نے جواب دیا۔ اور مسلم اصفہانی نے
ہاتھ میں پکڑے ہوئے مائیک کا بٹن دبا دیا
"اگر تم اسی طرح میری ہدایت پر
عمل کرتے رہے تو تمہاری زندگی بچ
جائے گی۔ ورنہ میں تو اپنی جان پر کھیل
چکا ہوں مگر تمہیں خوفناک موت سے کوئی
نہ بچا سکے گا اس لئے شرافت سے کرش
ہال میں چلو اور وہاں جا کر میری سربراہی
کا اعلان کرو اور سنو تم وہاں نمبر ٹو کو
لانگ رینج ٹرانسمیٹر وہیں لانے کا حکم دو
گے اور پھر لانگ رینج ٹرانسمیٹر پر تمام
ہیڈکوارٹرز کو باری باری کال کر کے اپنے
فیصلے سے آگاہ کرو گے اس کے بعد تم
باقاعدہ کاغذ پر تنظیم سے اپنی دستبرداری
پر دستخط کرو گے اور نمبر ٹو اس پر بطور
گواہ دستخط کرے گا اور اسی دستاویز پر
میری بطور چیف باس سربراہی کا سرٹیفکیٹ
لکھو گے۔ سمجھ گئے اگر تم ایسا کرو گے
تو پھر میں تمہیں یہاں سے خود لے جاؤں

گا اور تمہیں جہاں تم کہو گے چھوڑ دوں گا
اس کے بعد تم آزاد ہو گے"
مسلم اصفہانی نے تفصیل بتاتے ہوئے
کہا۔
"ٹھیک ہے تم جو کہو گے ہم اسی
طرح کریں گے لیکن تم اپنا وعدہ یاد
رکھنا" ایک نقاب پوش نے کہا۔
"تم بے فکر رہو۔ میں اپنے وعدے کا
پابند ہوں" مسلم اصفہانی نے بڑے اعتماد
بھرے لہجے میں کہا۔
اسی لمحے مائیک سے بیپ کی آواز سنائی
دی اور مسلم اصفہانی نے مائیک آن کر دیا
"یس" مسلم اصفہانی نے کرخت لہجے میں
کہا۔
"نمبر ٹو سپیکنگ سر تمام افراد کرش
ہال میں جمع ہو چکے ہیں"
نمبر ٹو نے جواب دیا۔
"او۔ کے سر میں اور ہمارے
آ رہے ہیں۔ تم ایسا کرو کہ ہمارا بڑے
لانگ رینج وہیں

ٹرانسمیٹر بھی وہیں پہنچا دو اور ایک دستاویز
کاغذ اور قلم بھی" مسلم اصفہانی نے کہا۔
"یس سر" نمبر تو نے جواب دیا۔ اور
مسلم اصفہانی نے مائیک آف کر دیا۔
"چلو اب تمہاری زندگی اور موت کی
آزمائش کا وقت ہے۔ فیصلہ تمہارے ہاتھوں
میں ہے" مسلم اصفہانی نے چار بڑوں سے
مخاطب ہو کر کہا اور پھر اس نے دروازے
کی چٹخنی کھول دی اور خود ایک طرف ہٹ
گیا۔ اس نے ریوالور جیب میں ڈال لیا تھا
مگر سائنائیڈ بم اس کے ہاتھ میں اور ظاہر
ہے چار بڑوں کو اس کا خوف تھا۔ کیونکہ وہ
جانتے تھے کہ اس میں سے نکلا ہوا سائنیڈ
کا ایک قطرہ بھی ان کے لئے یقینی موت
ثابت ہو گا۔
"تم لوگ آگے آگے چلو میں تمہارے
پیچھے رہوں گا اور سنو تمہاری ذرا سی
بھی مشکوک حرکت میرے انگوٹھے کو حرکت
میں لے آئے گی اور میں نے تم سے

وضاحت بھی طلب نہیں کرنی۔ اس بات
کا خیال رہے" مسلم اصفہانی نے انتہائی
سفاک لہجے میں کہا اور چاروں بڑے
خاموشی سے دروازے کی طرف بڑھ گئے
جب وہ چاروں باہر نکلے تو مسلم اصفہانی
ان کے پیچھے تھا گو اس کا انداز بڑا
مؤدبانہ تھا مگر وہ پتری اس کے ہاتھ میں
تھی اور اُسے معلوم تھا کہ ہیڈکوارٹر کے
دیگر افراد کو اس بم کے متعلق علم نہیں
ہے اس لئے وہ اس پتری پر کوئی
دھیان نہیں دیں گے۔
"آئیے سر کرش ہال میں سب آپ
کے منتظر ہیں" راہداری میں موجود مسلح
افراد نے چار بڑوں کے سامنے ادب سے
جھکتے ہوئے کہا
"چلو" ایک بڑے نے گھمبیر لہجے میں
کہا اور پھر وہ سب نعشت والے کمرے
کے ذریعے اوپر والی راہداری
ایک طرف مڑ کر جب وہ ایک گئے اور
ایک دروازے

میں داخل ہوئے تو انہوں نے ساؤ
کے قریب مسلح افراد کو ایک بڑے سے
ہال میں کرسیوں پر مؤدبانہ انداز میں بیٹھے
ہوئے دیکھا۔ سامنے سٹیج پر پانچ کرسیاں
رکھی ہوئی تھیں اور کرسیوں کے سامنے
ایک بڑی سی میز موجود تھی۔ جس پر ایک
بہت بڑا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا ساتھ ہی ایک
چکنا کاغذ اور پین بھی موجود تھا۔ قبرنو دروازے
کے ساتھ ہی کھڑا تھا جیسے ہی چاروں بڑے
اور ان کے پیچھے مسلم اصفہانی ہال میں داخل
ہوئے۔ قبرنو ان کے سامنے مؤدبانہ انداز
میں جھک گیا اور ہال میں موجود سب
مسلح افراد اٹھ کر کھڑے ہو گئے ان کے
سر ادب سے جھکے ہوئے تھے یہ ان
کے لئے پہلا موقع تھا کہ تنظیم کے چاروں
بڑے اس طرح ان کے سامنے آ رہے تھے
چاروں بڑے سٹیج پر چڑھ کر کرسیوں پر
بیٹھ گئے۔ پانچویں کرسی شاید مسلم اصفہانی کے
لئے بچھائی گئی تھی لیکن وہ ان کے پیچھے
کھڑا ہو گیا۔

"سر آپ اس کرسی پر تشریف رکھیں"
قبرنو نے مسلم اصفہانی سے مخاطب ہو کر کہا
"نہیں میں چاروں بڑوں کے ساتھ فی الحال
نہیں بیٹھ سکتا یہ ادب کے خلاف ہے"
مسلم اصفہانی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا
"سب لوگ سن لیں۔ تمہارے باس خسرو نے
تنظیم کے اصولوں سے غداری کی ہے۔ اسے
ہم نے موت کی سزا دی ہے اور اس
سزا پر فوری طور پر عمل درآمد بھی کر دیا
گیا ہے۔ کیونکہ یہی تنظیم کے اصول ہیں۔ اس
کی لاش میٹنگ روم میں موجود ہے اور سنو
ایک خاص منصوبے کے تحت ہم چاروں بڑے
انڈر گراؤنڈ جا رہے ہیں اور اپنی بجائے کالا
گلاب تنظیم کا سربراہ مسلم اصفہانی کو تعینات
کیا جا رہا ہے۔ اب سے مسلم اصفہانی ہی
ہماری بجائے تنظیم کا سربراہ ہو گا اور ہم
اس کا باقاعدہ اعلان کرتے ہیں" ایک نقاب
پوش نے کھڑے ہو کر کہا اور پھر باقی

تین بڑوں نے باری باری کھڑے ہو کر مسلم اصفہانی کی سربراہی کا باقاعدہ اعلان کیا اور ہال میں موجود سب لوگوں نے ادب سے سر جھکا کر مسلم اصفہانی کی سربراہی قبول کر لی۔

• نمبر ٹو کاغذ اٹھاؤ اور نمبر ون چیف باس کے سامنے رکھ دو تاکہ دستاویزی طور پر اس فیصلے کا اعلان کیا جا سکے"

مسلم اصفہانی نے نمبر ٹو سے مخاطب ہو کر کہا اور نمبر ٹو نے ادب سے کاغذ اور قلم اٹھا کر ایک نقاب پوش کے سامنے رکھ دیا۔ اس نقاب پوش نے کاغذ پر اب فیصلے کو لکھنا شروع کر دیا۔ مسلم اصفہانی کی نظریں تیزی سے لفظوں کے ساتھ ساتھ گھوم رہی تھیں۔ جب باقاعدہ سرٹیفکیٹ تیار ہو گیا تو نمبر ون چیف باس نے اس پر دستخط کیے اور کاغذ دوسرے نقاب پوش کی طرف بڑھا دیا اس نے بھی اس پر دستخط کیے اور اس طرح باری باری سب

نے اس پر دستخط کیے۔

• نمبر ٹو تم اس دستاویز پر بطور گواہ اپنا نام اور عہدہ لکھ کر دستخط کر دو"

مسلم اصفہانی نے نمبر ٹو سے مخاطب ہو کر کہا اور نمبر ٹو جھک کر آگے بڑھا اور اس نے کاغذ پر بطور گواہ اپنا نام اور عہدہ لکھ کر دستخط کر دیئے۔

• اب یہ دستاویز مجھے دے دو اور باری باری تمام ہیڈ کوارٹرز کو ٹرانسمیٹر پر اطلاع کر دو تاکہ چار بڑے اس فیصلے کا اعلان کر سکیں"

مسلم اصفہانی نے کہا اور نمبر ٹو نے کاغذ مسلم اصفہانی کی طرف بڑھا دیا اور خود ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھ گیا۔

مسلم اصفہانی نے ایک نظر کاغذ پر ڈالی اس نے نمبر ٹو کا نام دیکھا تو وہاں اسفندیار لکھا ہوا تھا اس نے کاغذ جیب میں ڈال لیا اسفندیار نے اس دوران میں ہیڈ کوارٹرز کی ایجنسی سیٹ کی اور وہاں کے انچارج

کو کال کیا۔ جب وہ لائن پر آ گیا تو اسفندیار
نے ٹرانسمیٹر کا مائیک ایک بڑے کی طرف
بڑھا دیا اور پھر نمبر ون چیف باس نے وہی
فیصلہ سنا دیا اور باقی تین بڑوں نے بھی
باقاعدہ اس فیصلے کی تائید کر دی۔ اس کے
بعد اسفندیار باقی ہیڈکوارٹرز کی فریکوینسی سیٹ
کرتا گیا اور چار بڑے فیصلے کا اعلان کرتے
جب ہر ہیڈکوارٹر کو فیصلے سے آگاہ کر دیا گیا
تو اسفندیار نے مائیک آف کر دیا۔

"اسفندیار بحیثیت چیف باس میں تمہیں خود
کی جگہ اس ہیڈکوارٹر کا چیف باس تعینات کرتا
ہوں" مسلم اصفہانی نے بطور چیف باس
پہلا حکم صادر کرتے ہوئے کہا اور اسفندیار
کا چہرہ خوشی اور مسرت سے چمک اٹھا۔ وہ
بے اختیار مسلم اصفہانی کے سامنے جھک گیا

"شکریہ چیف باس! میں ہمیشہ آپ کا اور
تنظیم کا وفادار رہوں گا"
اسفندیار نے جواب دیا۔

"اب ہم چلتے ہیں" چار بڑوں نے انڈرگراؤنڈ

بھا ہے۔ ایک بند سٹیشن ویگن پورچ میں
مہیا کرو اور سنو قیدیوں کا خیال رکھنا۔ میں
ان کے سلسلہ میں تمہیں بعد میں ہدایات
دوں گا" مسلم اصفہانی نے اسفندیار سے
مخاطب ہو کر کہا

"کیا قیدی ابھی زندہ ہیں چیف باس"۔
اسفندیار نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا

"ہاں عین وقت پر مشین خراب ہو گئی
تھی۔ اس لئے وہ ابھی اس کمرے میں قید
ہوں گے۔ ان کا خیال رکھنا اور ویگن مہیا کرو
اور سب اپنی اپنی ڈیوٹیوں پر پہنچ جاؤ"
مسلم اصفہانی نے کہا اور ہال میں موجود افراد
تیزی سے باہر نکلتے چلے گئے۔ اسفندیار نے
ایک مسلح آدمی کو سٹیشن ویگن لے آنے کا
حکم دیا اور پھر مسلم اصفہانی چار بڑوں کو اپنے
ہمراہ لئے پورچ میں آ گیا۔ چند لمحوں بعد سٹیشن
ویگن وہاں پہنچ گئی۔

"چلئے جناب
آگے میں بیٹھوں گا آپ آگے اور ویگن بیٹھئے میں سب آپ خود

پہنچائیں گے تاکہ آپ جہاں جی چاہے چلے جائیں" مسلم اصفہانی نے چار بڑوں سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ سر ہلاتے ہوئے تیزی سے سٹیشن ویگن میں بیٹھتے چلے گئے۔ ایک نقاب پوش نے سٹیئرنگ سنبھال لیا۔ آخری سیٹ پر مسلم اصفہانی سوار ہو گیا اور نقاب پوش نے تیزی سے ویگن پھاٹک کی طرف بڑھا دی۔ پھاٹک پر موجود مسلح دربانوں نے تیزی سے پھاٹک کھول دیا اور سٹیشن ویگن عمارت سے نکل کر سڑک پر آگئی۔ نقاب پوشوں نے عمارت سے باہر نکلتے ہی اپنے نقاب اتار دیئے۔ کیونکہ ظاہر ہے وہ بھری سڑک پر نقاب پہن کر نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ سٹیشن ویگن مختلف سڑکوں پر دوڑتی ہوئی جب ایک ویران سی سڑک پر آئی تو پیچھے بیٹھا ہوا مسلم اصفہانی بول پڑا

"تو حضرات سٹیشن ویگن روک دیجئے اور مجھے اتار دیجئے اس کے بعد جہاں جی چاہے چلے جائیں۔ میں اپنا وعدہ پورا کر رہا ہوں"

اور نقاب پوش نے تیزی سے سٹیشن ویگن ایک طرف کر کے روک دی اور مسلم اصفہانی تیزی سے دروازہ کھول کر باہر کود گیا۔ اس کے باہر کودتے ہی سٹیشن ویگن ایک جھٹکے سے آگے بڑھی۔ مگر مسلم اصفہانی نے نیچے کودتے ہی جیب میں ہاتھ ڈال کر پوائنٹ پسٹل نکالا اور پھر وہ انتہائی تیز رفتاری سے ویگن کے ساتھ بھاگتا ہوا آگے بڑھا اور اس سے پہلے کہ چار بڑے اسے دیکھتے اس نے پوائنٹ پسٹل کا رخ جیپ کے انجن کی طرف کر کے بٹن دبا دیا۔ پوائنٹ پسٹل کے سرے پر شعلہ چمکا اور دوسرے لمحے سٹیشن ویگن جھٹکے کھا کر رک گئی۔ اس کا انجن جام ہو چکا تھا۔ اور مسلم اصفہانی تیزی سے سڑک کی سائیڈ میں موجود جھاڑیوں میں چھپتا چلا گیا۔ سٹیشن ویگن رکتے ہی چاروں بڑے دروازے کھول کر باہر نکل آئے شاید انہیں اچانک سٹیشن ویگن کے رک جانے کی وجہ سمجھ میں نہ آئی تھی اور جب چاروں بڑے سٹیشن ویگن

کے انجن کے سامنے اکٹھے ہوئے تو مسلم
اصفہانی جھاڑیوں سے باہر آ گیا
"میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا اور
تمہیں زندہ جانے دیا تھا لیکن شاید قدرت
کو یہ منظور نہیں ہے اور پھر تم لوگ خود
سب کو کہہ چکے ہو کہ تم انڈر گراؤنڈ جا
رہے ہو۔ اس لئے کیوں نہ میں بھی تمہیں
انڈر گراؤنڈ یعنی زیر زمین بھیج دوں ہمیشہ
ہمیشہ کے لئے"۔ مسلم اصفہانی نے طنزیہ انداز
میں ہنستے ہوئے کہا اور اس کی آواز سنتے
ہی چاروں بڑی تیزی سے اس کی طرف مڑے
اور اسی لمحے مسلم اصفہانی نے ہاتھ میں پکڑی
ہوئی چھتری پر انگوٹھا رکھ کر پوری قوت سے
دبا دیا۔ انگوٹھا دبتے ہی چھتری کے سرے سے
نیلے رنگ کے مائع کی پھوار سی نکلی اور پھوار
پھیلتی ہوئی ان چاروں پر پڑی اور ان کے
حلق سے بے اختیار چیخیں نکلیں اور وہ سب
لڑکھڑا کر زمین پر گرتے چلے گئے۔ وہ بری
طرح تڑپ رہے تھے اور جہاں جہاں ان کے

جسموں پر سائنائیڈ کی پھوار پڑی تھی۔ وہاں
وہاں نیلے رنگ کا ہلکا ہلکا دھواں سا نکلنے
لگا۔ مسلم اصفہانی نے ایک بار پھر آگے
بڑھ کر پھر انگوٹھا دبایا اور ایک بار پھر
پھوار نکل کر ان چاروں پر پڑی اور پھر
ان کے پورے جسم سے دھواں نکلنے لگا اور
اس کے ساتھ ہی ان کے جسموں پر موجود
گوشت گل کر مائع کی صورت میں زمین
پر بہنا شروع ہو گیا۔ وہ چاروں ہلاک ہو
چکے تھے۔ مسلم اصفہانی نے چھتری جیب میں
ڈال اور آرام سے کھڑا ان کے جسموں کے
گلنے کا تماشا دیکھتا رہا اس کے چہرے پر
فاتحانہ چمک تھی وہ نہ صرف اپنے مقصد
میں کامیاب ہو گیا تھا۔ بلکہ اس نے اپنے
سب سے بڑے دشمنوں کو بھی ہلاک کر
دیا تھا۔ خسرو بھی ختم ہو چکا تھا اور چار
بڑے بھی۔ اب وہ اطمینان سے تمام عمر
تنظیم کی سربراہی کر سکتا تھا۔ اس کے ساتھ
ساتھ اسے یہ بھی خوشی تھی کہ فیصل شہزاد

اور رضا کاشانی بھی تنظیم کے قبضے میں آچکے تھے اور وہ دل کھول کر ان سے اپنی پہلی ناکامیوں کا انتقام لے سکتا تھا اور پھر جب سڑک پر چار بڑوں کے گلے سڑے ڈھانچے رہ گئے تو مسلم اصفہانی نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹا سا بم نکالا اور پھر آگے بڑھ کر اس کا پن انگوٹھے سے دبا کر اسے سٹیشن ویگن کے اندر اچھال دیا اور خود تیزی سے پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ بم ایک دھماکے سے پھٹا اور سٹیشن ویگن کے پرخچے اڑ گئے مسلم اصفہانی چار بڑوں کی موت کے تمام نشانات ختم کر دینا چاہتا تھا۔ اور ویسے بھی اب سٹیشن ویگن بے کار ہو چکی تھی۔

مسلم اصفہانی اب اطمینان سے چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ اسے معلوم تھا کہ تھوڑی دیر بعد چوک پر اسے ٹیکسی آسانی سے مل جائے گی۔

اور اب اس کا ارادہ تھا کہ دوبارہ اسفندیار کے پاس جائے۔ تاکہ فیصل شہزاد

اور رضا کاشانی کا بھی خاتمہ کر کے اطمینان کا سانس لے اور تاحیات کالا گلاب تنظیم کا سربراہ رہے۔

فیصل شہزاد اور رضا کاشانی کو اپنی موت
کا مکمل یقین ہو چکا تھا۔ کیونکہ چھت انتہائی
تیزی سے نیچے آ رہی تھی اور چاروں طرف
سنگی دیواریں تھیں۔ اس کمرے کا اکلوتا دروازہ
بھی سنگی دیوار کے پیچھے غائب ہو چکا تھا
اور ظاہر ہے وہ انسان تھے۔ ان سنگی دیواروں
سے سر ٹکرا کر اپنا سر تو پھوڑ سکتے تھے لیکن
ان دیواروں کو نہ تو توڑ سکتے تھے اور نہ ہی
چھت کو نیچے آنے سے روک سکتے تھے
اس لئے جب چھت بہت نیچے آ گئی
تو انہوں نے فرش پر لیٹ کر آنکھیں
بند کر لیں اور دل ہی دل میں آخری بار

ذا کو یاد کرنے لگے انہیں معلوم تھا۔ کہ
ہی وہ چھت اور فرش کے درمیان اس
ا پس کر رہ جائیں گے جس طرح چکی
ے دو پاٹوں کے درمیان گندم پس جاتی
ہے۔ فیصل آنکھیں بند کئے آہستہ آہستہ
رہا تھا اُسے اپنا وطن اپنے والدین اور
پنے بہن بھائی اور عزیز و اقارب یاد
آ رہے تھے لیکن وہ مجبور تھا اب بس
موت اور زندگی کے درمیان صرف چند
لمحوں کا فاصلہ باقی رہ گیا تھا اور انہیں
معلوم تھا کہ یہ چند لمحے پلک جھپکنے میں
گذر جائیں گے۔
لیکن جب ان کے اندازے کے مطابق
وہ چند لمحے بھی گذر گئے مگر چھت کا
دباؤ انہوں نے اپنی پشت پر محسوس نہ
کیا تو سب سے پہلے رضا کاشانی اور
شہزاد نے آنکھیں کھولیں اور دوسرے لمحے
ان دونوں کے حلق سے مسرت اور حیرت
کی ملی جلی عجیب و غریب چیخ نما آواز نکلی۔

"اُسے یہ چھت رک گئی" شہزاد نے
خوشی سے چیختے ہوئے کہا اور اس کی
آواز سنتے ہی فیصل ڈریکولا اور شہزاد
نے بھی آنکھیں کھول دیں۔ فیصل کو یقین
آ رہا تھا کہ چھت واقعی رک سکتی ہے
اس نے بے اختیار آنکھیں کھول دیں وہ پھر
وہ کافی دیر تک اپنے سروں پر موجود
چھت کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھتے رہے۔
چھت واقعی رک چکی تھی لیکن اب
فرش اور چھت کا فاصلہ اتنا کم تھا کہ وہ
اٹھ کر بیٹھ بھی نہ سکتے تھے۔ کمرے میں
بالکل دھندلی سی روشنی تھی اور اسی لمحے
اچانک ڈریکولا کی آواز سنائی دی
"آقا دروازہ کھلا ہوا ہے اور دروازے
کے سامنے سے دیوار ہٹ گئی ہے"
ڈریکولا کے لہجے میں عجیب سی خوشی
تھی۔
"اُسے یہ کیسے ہو سکتا ہے" فیصل
شہزاد اور رضا کاشانی کے منہ سے بیک

[illegible] نکلا۔ کیونکہ جس طرف دروازہ تھا اُدھر
[illegible] تھے لیکن وہاں اندھیرا چھایا ہوا
تھا اور اس اندھیرے میں محسوس یہی ہو
رہا تھا کہ سامنے پتھروں کی دیوار ہے لیکن
ڈریکولا کی نظریں ان سب سے زیادہ تیز
تھیں کہ اس اندھیرے میں بھی اس نے
کھلا ہوا دروازہ دیکھ لیا تھا۔ شاید دروازے
کی دوسری طرف بھی گہرا اندھیرا تھا۔ اس
لئے انہیں دروازے کا کھلنا تک محسوس
نہ ہوا تھا اور پھر سب سے پہلے ڈریکولا
فرش پر سانپ کی طرح رینگتا ہوا دروازے
کی طرف بڑھتا چلا گیا اور جب واقعی وہ
اندھیرے میں غائب ہو گیا تو رضا کاشانی
رینگتا ہوا آگے بڑھا اس کے پیچھے فیصل
اور سب سے آخر میں شہزاد نے رینگنا
شروع کر دیا اور جب وہ اب دروازے
کے پاس پہنچے جسے وہ دیوار سمجھ رہے تھے
تو انہیں معلوم ہوا کہ ڈریکولا کی بات بالکل
ٹھیک تھی واقعی دروازے کا اتنا حصہ کھلا

ہوا تھا اور پھر وہ باری باری رینگتے ہوئے دروازے سے باہر آ گئے۔ یہ ایک راہداری تھی جس میں گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ باہر نکلتے ہی وہ سب اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ فیصل بار بار اپنے جسم کو ٹٹول رہا تھا جیسے اسے اپنے زندہ سلامت باہر نکل آنے پر یقین نہ آ رہا ہو۔

"حیرت انگیز۔ یہ چینل عین وقت پر کیسے رک گئی اور دروازہ بھی کھل گیا" رضا کاشانی نے کپڑے جھاڑتے ہوئے کہا۔

"مارنے والے سے بچانے والا زیادہ طاقتور ہے رضا صاحب" شہزاد نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیا اور رضا کاشانی نے تائید میں سر ہلا دیا۔

"اب یہاں سے نکلنے کی کریں۔ خدا جانے یہ سب کچھ کیسے ہو گیا ہے" رضا صاحب نے کہا اور ان سب نے سر ہلا دیئے۔ شہریار ڈریکولا نے بھی ان کی رہنمائی کی۔ پھر تیزی سے ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے وہ

آگے بڑھتے چلے گئے لیکن اچانک ڈریکولا رک گیا۔ "آگے تو دیوار ہے آقا" ڈریکولا کی آواز سنائی دی اور وہ سب ٹھٹک کر رک گئے۔

"شاید راستہ پچھلی طرف ہو" شہزاد نے کہا۔

"آپ یہیں ٹھہریں آقا میں پچھلی طرف دیکھ آتا ہوں" ڈریکولا نے کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر ان کے قریب سے گزرتا چلا گیا اور چند ہی لمحوں بعد اس کی آواز کچھ فاصلے سے سنائی دی۔

"اس طرف بھی دیوار ہے آقا، کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے واپس آ جاؤ۔ ادھر ضرور کوئی راستہ ہوگا اسے تلاش کرنا پڑے گا" شہزاد نے کہا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر دیوار کو ٹٹولنا شروع کر دیا۔ رضا کاشانی اور شہریار دائیں بائیں کی دیواروں کی طرف بڑھے اور انہوں نے ہاتھوں کی مدد سے ان دیواروں کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ لیکن ان

کے ہاتھ محسوس کر رہے

پتھروں کی بنی ہوئی تھے کہ دیواریں سیڑھیاں اتر کر وہ سب ایک بڑے

معمولی سا رخنہ بھی ہیں اور ان کے دریچے میں آ گئے۔ جس کے کونے میں

موجود نہ ہے

"آقا اس طرف راستہ ہے" [illegible] کا دروازہ نظر آ رہا تھا اور

اچانک ڈریکولا کی آواز [illegible] تیزی سے دروازے کی طرف

سے ابھری اور وہ سب ان کے درمیان [illegible] چلے گئے۔ دروازہ دوسری طرف سے

طرف مڑ گئے اور وہ سب تیزی سے اس [illegible] تھا۔ رضا کاشانی اور شہریار نے دروازہ

ڈریکولا راہداری کے پھر انہوں نے دیکھا۔ کھولنے کی کوشش کی مگر دروازہ بے حد مضبوط

تھا اب چونکہ درمیانی فرش پر بیٹھا ہوا [illegible] ان سے ہلا تک نہیں

دیکھنے کی عادی ان کی آنکھیں اندھیرے [illegible] "آپ ہٹ جائیں دروازہ میں کھول دیتا

انہیں دھندلا ہو گئی تھیں۔ اس [illegible] ڈریکولا نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا

ڈریکولا نے دھندلا سا نظر آ رہا تھا۔ "نہیں یہ دروازہ دوسری طرف سے بند

سے زور لگا کر ان کے سامنے دونوں ہاتھ [illegible] یہ کیسے کھل سکتا ہے"

نکال لیا تھا ایک بڑا سا پتھر فرش میں [illegible] شہریار نے کہا۔

"نیچے سیڑھیاں جا رہی ہیں آقا" "آپ ہٹ جائیں" ڈریکولا کے منہ

ڈریکولا نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ دروازے موم کے بنے ہوئے ہیں" شہزاد

اور پھر وہ پتھر سے بننے والے خلا میں [illegible] مسکراتے ہوئے کہا اور رضا کاشانی اور

اترتا چلا گیا۔ باقی لوگ بھی باری باری [illegible] فیصل یہ سنتے ہی ایک طرف ہٹتے چلے

کے پیچھے اتر آئے۔ گئے اور ڈریکولا آگے بڑھ کر دروازے کے

پاس پہنچ گیا۔ اس نے دروازے میں نصب

لوہے کے ہینڈل میں ہاتھ ڈالا اور پھر اُسے ذرا سا کھینچ کر اس کی مضبوطی کا اندازہ لگایا اور پھر اس نے اپنا ایک پیر ذرا پیچھے کیا اور دوسرا ہاتھ بھی ہینڈل کے قریب رکھ کر اس نے پوری قوت سے ایک زوردار جھٹکا لگایا اور رضا کاشانی، فیصل اور شہزاد کی آنکھیں دیکھ کر حیرت سے پھٹتی چلی گئیں۔ کر اس کے ایک جھٹکے سے کڑک کی آواز سنائی دی اور پھر دروازے کا ایک پٹ ٹیڑھا ہو کر کھلتا چلا گیا۔

"لیجئے آقا" ڈریکولا نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا ویسے زور لگانے سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا

"حیرت انگیز بھئی ڈریکولا! تم میں تو واقعی کوئی جناتی طاقت ہے۔" رضا کاشانی نے حیرت بھرے انداز میں کہا اور ڈریکولا نے مسکرا کر سر جھکا لیا۔ اور پھر وہ سب تیزی سے دروازہ پار کر کے دوسری طرف آ گئے۔ یہ ایک طویل راہداری تھی جس کے آخر میں

سیڑھیاں اوپر جاتی نظر آ رہی تھیں اور وہ سب تیزی سے دوڑتے ہوئے سیڑھیوں کی طرف بڑھتے چلے گئے اور پھر سیڑھیاں چڑھ کر جب وہ اوپر پہنچے تو سیڑھیوں کے اختتام پر ایک لکڑی کا دروازہ تھا اور دروازہ کھلا ہوا تھا وہ بڑی احتیاط سے دروازہ کھول کر باہر نکلے تو انہوں نے اپنے آپ کو عمارت کے بیرونی برآمدے کے ایک کونے میں پایا۔ سامنے پورچ میں مختلف کاریں کھڑی تھیں اور وسیع لان پھیلا ہوا تھا جس کے آخر میں ایک بڑا سا پھاٹک تھا اور پھاٹک تو بند تھا۔ مگر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ پوری عمارت میں ایک آدمی نظر نہ آ رہا تھا۔ پوری عمارت بھائیں بھائیں کر رہی تھی

"آؤ نکل چلیں نجانے ان لوگوں کو کیا ہوا کہ سب ہی غائب ہو گئے ہیں" رضا کاشانی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر وہ دیوار کے ساتھ ساتھ مگر تیزی سے

پھاٹک کی طرف بڑھتے چلے گئے

ابھی وہ لوگ پھاٹک کے قریب پہنچے ہی تھے کہ اچانک انہیں عمارت کے اندر سے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور پھر وہ دیوار کے ساتھ مہندی کی باڑ کے پیچھے دبک گئے انہوں نے دیکھا کہ سامنے برآمدے میں سے دو مسلح آدمی تیزی سے نکل کر دوسری طرف چلے جا رہے تھے ان کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ کسی کمرے میں گھس کر ان کی نظروں سے غائب ہو گئے

"اس کا مطلب ہے عمارت میں لوگ تو موجود ہیں لیکن نجانے یہ لوگ کیا کر رہے ہیں" شہزاد نے کہا۔

"ہمیں پھاٹک کھول کر نکلنے کی بجائے دیوار پھاند لینی چاہیئے ایسا نہ ہو کہ پھاٹک میں کوئی الارم فٹ ہو اور پھاٹک کھولتے ہی یہ لوگ ہوشیار ہو جائیں"

شہریار نے کہا اور رضا کاشانی اور شہزاد نے تائید میں سر ہلا دیئے اور پھر سب

سب سے پہلے ڈریکولا نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور وہ تقریباً اڑتا ہوا دیوار کے اوپر جا لیٹا اور وہاں لیٹ کر اس نے اپنا ہاتھ نیچے کی طرف کیا تو شہزادہ تیزی سے اچھلا مگر بھاری جسم ہونے کی وجہ سے وہ زیادہ اونچی چھلانگ نہ لگا سکا۔ اور اس کا ہاتھ ڈریکولا کے ہاتھ تک نہ پہنچ سکا اور ایک دھماکے سے وہ نیچے آ گرا۔

"شہزاد تم میرے کندھے پر بیٹھ جاؤ پھر تمہارا ہاتھ ڈریکولا تک پہنچ جائے گا" رضا کاشانی نے کہا اور خود جھک کر بیٹھ گیا۔ شہزاد تیزی سے اس کے کندھے پر پیر رکھ کر بیٹھ گیا تو رضا کاشانی کھڑا ہوتا گیا اس طرح شہزاد کا ہاتھ ڈریکولا تک پہنچ گیا اور ڈریکولا کی مدد سے شہزاد دیوار کے اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا اس کے بعد رضا کاشانی نے فیصل کو بھی اسی طرح اوپر چڑھایا۔ شہریار اور خود

اچھل کر ڈریکولا کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے میں کامیاب ہو گیا۔ اوپر چڑھتے ہی وہ سب تیزی سے نیچے چھلانگ لگا گئے اور اس طرح وہ اس عمارت سے زندہ سلامت نکل آنے میں کامیاب ہو گئے اب وہ سڑک پر کھڑے تھے۔ شہریار اور رضا کاشانی نے پھاٹک کی طرف مڑ کر عمارت کے محل وقوع کا جائزہ لیا اور پھر وہ سب تیزی سے سڑک پر آگے بڑھتے چلے گئے۔

"اب کہاں جانا ہے" فیصل نے باہر نکلتے ہی پہلا سوال کیا۔

"شہریار تم انہیں لے کر گلستان کالونی والی کوٹھی پر چلے جاؤ وہ بالکل محفوظ جگہ ہے۔ میں ذرا اس عمارت کا تفصیلی جائزہ لے کر وہیں آ جاؤں گا اور پھر اس عمارت پر حملہ کرنے کا تفصیلی منصوبہ بنائیں گے" رضا کاشانی نے شہریار سے مخاطب ہو کر کہا اور شہریار نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ سب شہریار کی رہنمائی

میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ جب کہ رضا کاشانی عمارت کے سامنے موجود ایک بڑے سے درخت کی طرف بڑھا اور ادھر ادھر دیکھ کر جب اس نے وہاں کسی کو نہ پایا تو وہ کسی بندر کی سی پھرتی سے اس گھنے درخت پر چڑھتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد ہی وہ درخت پر ایک ایسی جگہ کا انتخاب کر چکا تھا۔ جہاں بیٹھ کر وہ نہ صرف عمارت کے پھاٹک کا آسانی سے جائزہ لے سکتا تھا۔ بلکہ عمارت کے اندر لان پورچ اور برآمدہ تک اسے بخوبی نظر آ رہا تھا اور خود گھنے پتوں میں چھپے ہونے کی وجہ سے وہ کسی کی نظروں میں نہ آ سکتا تھا اور پھر اطمینان سے عمارت کی طرف منہ کر کے درخت کے ایک مضبوط دوشاخے پر بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں عمارت کے اندر کا جائزہ لے رہی تھیں۔ جو اسی طرح ویران پڑی ہوئی تھی۔ اس کے ذہن میں دراصل تجسس تھا کہ آخر سب کچھ ہوا

کیسے کہ نہ صرف چھت عین موقع پر رک گئی بلکہ دروازہ بھی کھل گیا اور وہ سب آسانی سے باہر نکل آنے میں کامیاب ہو گئے اس کے باوجود کہ اس عمارت میں مسلح افراد موجود تھے لیکن بگلے وہ کیا کر رہے تھے۔ وہ اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لئے وہاں رک گیا تھا۔

مسلم اصفہانی اور چار بڑوں کے باہر جاتے ہی اسفندیار تیزی سے مشین روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ چیک کرنا چاہتا تھا۔ کہ وہ قیدی جو مشین روم کے پیچھے واقع موونگ کمرے میں قید تھے۔ زندہ بھی ہیں یا نہیں۔ چونکہ اب وہ اس ہیڈ کوارٹر کا باس تھا اس لئے اس کی چال میں بھی خود اعتمادی آ گئی تھی۔ عمارت میں موجود تمام لوگ کرش ہال سے نکل کر واپس اپنی اپنی جگہوں پر پہنچ گئے تھے اس لئے اس نے اپنے ساتھ کسی کو ہمراہ لینے کی ضرورت نہ سمجھی اور پھر چند لمحوں بعد وہ مشین روم کے دروازے

پر پہنچ گیا۔ مشین روم کا دروازہ کھول کر جب وہ اندر داخل ہوا تو اس کی نظریں مشین روم کے فرش پر پڑی ہوئی خسرو کی لاش پر پڑیں۔ جس کے سینے میں گولی کا سوراخ واضح نظر آ رہا تھا اس میں سے خون نکل کر فرش پر پھیل گیا تھا۔ وہ ایک لمحے خسرو کی لاش کو دیکھتا رہا۔ اسے خیال آ رہا تھا کہ انسان بھی کتنا بے قیمت ہے تھوڑی دیر پہلے یہی خسرو اس ہیڈ کوارٹر کا انچارج تھا اور یہاں موجود لوگوں کی موت اور زندگی کا فیصلہ اس کے ہاتھوں میں تھا اور اب وہی خسرو مٹی کے ڈھیر کی صورت میں بے بس مشین روم کے فرش پر پڑا ہوا ہے

اس نے سر جھٹک کر اپنے خیالات کو جھٹکا اور پھر وہ مشین پر جھک گیا۔ مشین بالکل ساکت تھی سامنے دیوار پر موجود سکرین جو موونگ روم کے منظر کو ظاہر کرتی تھی تاریک تھی۔ اسفندیار نے مشین کے مختلف بٹن

... ر دیکھے مگر مشین یوں ساکت پڑی ہوئی جیسے وہ کبھی چلی ہی نہ ہو وہ کافی دیر اس کے ساتھ مغز کھپاتا رہا۔ لیکن مشین بالکل جامد پڑی ہوئی تھی اور ظاہر ہے جب تک مشین نہ چلتی سکرین بھی روشن نہ ہو سکتی تھی۔ اس نے سوچا کہ اب اسے خود موونگ روم میں جا کر قیدیوں کا پتہ کرنا چاہیئے چنانچہ اس نے ٹاک کے ذریعے چند مسلح افراد کو بلا کر خسرو کی لاش وہاں سے ہٹانے کا حکم دیا اور پھر وہ خود تیزی سے باہر نکل کر برآمدے کے اس کونے کی طرف بڑھ گیا جدھر سے موونگ روم کو راستہ جاتا تھا اس نے اپنے ہمراہ دو مشین گنوں سے مسلح افراد کو بھی لے لیا۔

برآمدے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور پھر وہ دروازہ پار کر کے سیڑھیاں اتر کر راہداری میں آگئے اور راہداری کے آخر میں موجود لوہے کے دروازہ کی طرف بڑھے مگر دوسرے لمحے وہ سب یوں ٹھٹک کر رک گئے جیسے

انہوں نے دنیا کا آٹھواں عجوبہ دیکھ لیا ہو۔ لوہے کا مضبوط دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس کا ایک فولادی پٹ ٹیڑھا ہو کر کھلا ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی دیو نے اس دروازہ کو ٹیڑھا کر کے کھولا ہو۔

"یہ ناممکن ہے کوئی انسان اس طرح دروازے کو نہیں کھول سکتا" اسفندیار نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"یہ دروازہ کھلا کیسے باس" ایک مسلح آدمی نے کہا۔

"اوہ اس کا مطلب ہے کوئی گڑبڑ ہے" اسفندیار نے چونکتے ہوئے کہا اور وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر خلا میں سے ہو کر راہداری میں آ گیا۔ جس میں موونگ روم کا دروازہ تھا۔ مسلح افراد بھی اس کے پیچھے تھے اور چند لمحوں بعد وہ سب موونگ روم کے دروازے کے سامنے موجود تھے موونگ روم کے دروازے کا صرف نچلا حصہ کھلا ہوا تھا اور اندر ایک سیاہ سرنگ سی نظر آ رہی

تھی۔ "ٹارچ نکالو" اسفندیار نے ایک آدمی سے کہا اور اس نے کوٹ کی جیب سے ایک چھوٹی سی ٹارچ نکال کر اسفندیار کے ہاتھوں میں دے دی۔ اسفندیار نے ٹارچ نکال کر جلائی جب اس کی روشنی اندر ڈالی تو کمرے کی چھت فرش سے ذرا اونچی نظر آئی۔ مگر کمرہ خالی پڑا ہوا تھا۔

"وہ لوگ نکل گئے" اسفندیار نے ایک جھٹکے سے سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔

"مگر باس وہ یہاں سے کس طرح نکل سکتے ہیں" اسفندیار کے ایک ساتھی نے کہا۔ "میرا خیال ہے جب خسرو کو موت کی سزا دی گئی تو مشین بھی کسی طرح بند ہو گئی اور مشین کے بند ہونے سے دروازہ بھی کھل گیا اور پھر جب ہم سب کرش ہال میں اکٹھے تھے تو قیدی اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نکل جانے میں کامیاب ہو گئے" اسفندیار نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور ظاہر ہے اس کے سوا اور

سوچا بھی کیا جا سکتا تھا

"آؤ میرے ساتھ ہمیں فوراً انہیں تلاش کرنا چاہیئے وہ یہاں سے نکل کر زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے" اسفندیار نے واپس دوڑتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ اپنے آپریشن روم میں پہنچ گیا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ کیونکہ ابھی اُسے باس بنے ہوئے تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ یہ واقعہ سامنے آگیا تھا اور اب وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں چیف باس مسلم اصفہانی اس سے ناراض نہ ہو جائے اس لیئے وہ چاہتا تھا کہ چیف باس سے رابطہ قائم کرنے سے پہلے وہ ان قیدیوں کو دوبارہ تلاش کرلے اس نے مائیک کے ذریعے مختلف پارٹیوں کو ان قیدیوں کی تلاش کا حکم دیا اور خود آپریشن روم میں ہی ٹہلنے لگا۔ اسے سمجھ نہ آرہی تھی کہ اتنے حفاظتی انتظامات کے باوجود یہ لوگ کیسے نکل جانے میں کامیاب ہو گئے۔ کیونکہ ایک تو اسے معلوم تھا۔ کہ

ن کے ہاتھ رسوں اور لوہے کی ہتھکڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے اور وہ بھاری پتھر وہ لوہے کا مضبوط دروازہ اسے کچھ سمجھ نہ آرہا تھا

ابھی وہ اسی سوچ بچار میں گم تھا۔ کہ اچانک دروازہ کھلا اور وہ تیزی سے دروازے کی طرف مڑا۔ لیکن دوسرے لمحے وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس کا ہاتھ تیزی سے سلام کے لیئے اٹھتا چلا گیا۔ دروازے پر مسلم اصفہانی موجود تھا۔ اسے دراصل مسلم اصفہانی کو اتنی جلدی اپنے سامنے پاکر حیرت ہوئی تھی۔ وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ مسلم اصفہانی اتنی جلدی خود واپس آ جائے گا۔

مسلم اصفہانی سلام کا جواب دیتے ہوئے آگے بڑھا اور میز کے پیچھے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے

"قیدی تو ٹھیک ہیں"

مسلم اصفہانی نے چند لمحوں کے سکوت کے

بعد پوچھا۔

"جناب قیدی نکل بھاگنے میں کامیاب ہوگئے" اسفندیار نے مؤدب لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو وہ کیسے نکل سکتے ہیں" مسلم اصفہانی اسفندیار کا جواب سنتے ہی چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات نمایاں تھے اور پھر اسفندیار نے ساری کہانی دہرا دی۔

"اوہ اس کا مطلب ہے جب ہم کرش ہال میں جمع تھے اس وقت وہ نکلے ہیں یہ تو بہت برا ہوا۔ اس کا مطلب ہے ہمیں فوراً یہ ہیڈکوارٹر چھوڑنا پڑے گا۔ وہ کسی بھی لمحے اس پر جوابی حملہ کر سکتے ہیں مگر اس موونگ روم کا دروازہ کیسے کھلا" مسلم اصفہانی نے کہا

"وہ سر مشین کے بند ہونے سے دروازہ بھی کھل گیا۔ کیونکہ اس کا تعلق براہ راست مشین سے تھا۔ مگر سر حیرت ہے کہ انہوں [illegible] اس فولادی دروازہ کو کس طرح ٹیڑھا کر گئے [illegible] کسی انسان میں تو اتنی طاقت [illegible] ہو سکتی" اسفندیار نے جواب دیا

"[illegible] پاکیشیا کے جاسوس انسان کہاں [illegible] شیطان ہیں پورے شیطان" مسلم اصفہانی [illegible] دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"واقعی کام تو انہوں نے شیطانوں والا کیا ہے۔ بہرحال میں نے ان کی تلاش میں آدمی بھیج دیئے ہیں" اسفندیار نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"نہیں ان کا یہاں سے نکل جانا ہمارے لئے نیک فال نہیں ہے۔ تم ایسا کرو کہ فوری طور پر یہاں سے ہیڈکوارٹر شفٹ کرکے پوائنٹ نمبر تھری پر لے جاؤ اور سنو! یہاں کوئی ایسی چیز باقی نہ رہے جس سے تنظیم کے متعلق ذرا سا بھی کلیو مل سکے" مسلم اصفہانی نے ہدایات دیتے ہوئے کہا

"بہتر جناب میں ابھی شفٹنگ کے احکامات دے دیتا ہوں" اسفندیار نے جواب دیا۔

"اؤ۔ کے اب میں چلتا ہوں" مسلم اصفہانی نے کہا اور پھر وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکل چلا گیا۔ اسفندیار بھی اسے پورچ تک چھوڑنے کے لیے اس کے پیچھے آیا۔ پورچ میں کھڑے ہو کر مسلم اصفہانی نے عینک کے شیشوں کو صاف کیا اور پھر اس نے جیسے ہی عینک آنکھوں کو لگائی وہ یکدم اچھل پڑا۔

"ارے سامنے درخت پر کوئی آدمی موجود ہے۔ مجھے اس کی جھلک نظر آئی ہے" مسلم اصفہانی نے چیختے ہوئے کہا۔

"نمبر الیون چار آدمی لے کر جاؤ اور سامنے والے گھنے درخت کو گھیر لو اس پر کوئی آدمی موجود ہے۔ اسے زندہ یا مردہ پکڑ کر لے آؤ" اسفندیار نے فوراً برآمدے میں موجود مسلح افراد کو چیخ کر حکم دیتے ہوئے کہا اور پانچ مشین گنوں سے مسلح افراد تیزی سے پھاٹک کی طرف دوڑتے چلے گئے

شہریار کے ساتھ چلتے ہوئے وہ جلد ہی ایک خالی ٹیکسی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور پھر گلستان کالونی کی ایک بڑی سی عمارت کے پھاٹک پر جا کر وہ اتر گئے۔ شہریار نے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھی تو ایک نوجوان تیزی سے پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھول کر باہر آ گیا۔ اس نے شہریار کو سلام کیا

"آؤ میرے ساتھ کھڑکی سے اندر ہی چلے چلتے ہیں" شہریار نے فیصل شہزاد اور ڈریکولا سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور پھر خود تیزی سے جھک کر کھڑکی کے اندر داخل ہو گیا فیصل شہزاد اور ڈریکولا نے بھی اس کی پیروی

کی اور چند لمحوں بعد وہ عمارت کے ایک
بڑے سے کمرے میں صوفوں پر بیٹھے ہوئے
تھے۔ شہریار نے میز پر رکھے ہوئے انٹرکام
کا بٹن دبا کر کسی کو مشروبات لے آنے کا حکم
دیا اور پھر صوفوں کی پشت سے ٹیک لگا
کر آنکھیں بند کر لیں۔

"شہزاد میری ایک بات کان کھول کر سن
لو میں ابھی اور اسی وقت واپس جاؤں گا"
فیصل کی آواز کمرے میں اچانک گونجی
اور شہریار کے ساتھ ساتھ شہزاد بھی چونک
پڑا۔

"کہاں واپس جاؤ گے اسی موت والے
کمرے میں" شہزاد نے مسکراتے ہوئے جواب
میں پوچھا۔

"مذاق مت کرو میں واپس اپنے وطن جاؤں
گا۔ میرا ایسی جاسوسی کو سلام جس میں قدم
قدم پر موت کی تلوار سر پر لٹکتی رہے"
فیصل نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب
دیتے ہوئے کہا

"لیکن میں اس کالا گلاب تنظیم کا مکمل
خاتمہ کئے بغیر واپس نہ جاؤں گا۔ یہ میرا
عہد ہے" شہزاد نے بھی یکدم سنجیدہ ہوتے
ہوئے جواب دیا

"آخر ہمارے لئے کیا مصیبت ہے کہ
دوسروں کے دکھ درد سمیٹتے پھریں۔ یہاں
رضا کاشانی اور شہریار جیسے مشہور جاسوس
موجود ہیں وہ خود ہی اس تنظیم کا خاتمہ کر لیں
گے" فیصل نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا

"تو ان کی مہربانی ہے کہ یہ ہمارے ساتھ
تعاون کر رہے ہیں ہمیں آرانی حکومت نے
بطور خاص اس تنظیم کے خاتمے کے لئے بلایا
ہے اس لئے اب ہماری عزت اسی میں ہے
کہ ہم اس وقت واپس جائیں جب اس تنظیم
کا مکمل طور پر خاتمہ ہو جائے" شہزاد نے فیصل
کو سمجھاتے ہوئے کہا

"لیکن تم خود سوچو جب سے ہم یہاں
آئے ہیں ہم نے کیا کیا ہے۔ سوائے اس
کے کہ مسلم اصفہانی سے لڑتے رہے۔ پھر خسرو

سامنے آ گیا۔ چار بڑے سامنے آ گئے۔ لیکن نتیجہ کیا ہوا کچھ بھی نہیں" فیصل نے قدرے نرم پڑتے ہوئے کہا۔ اُسے درحصل اسوقت کا خیال آ گیا تھا جب اپنے وطن کی خاطر تنہا اور خالی ہاتھ مسلم اصفہانی اور اس کے تین ساتھیوں سے لڑ پڑا تھا۔

"ہاں البتہ تمہاری یہ بات بالکل درست ہے۔ میں بھی سوچ رہا تھا کہ ہم کسی منصوبہ بندی کے بغیر کام کر رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو رہا۔" شہزاد نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"شہزاد صاحب ہم نے بہت کچھ کر لیا ہے۔ مسلم اصفہانی سیکرٹ سروس کا چیف بنا ہوا تھا۔ وہ سامنے آ گیا۔ ان کا مین ہیڈ کوارٹر تباہ ہو گیا اب یہ خسرو والا ہیڈکوارٹر بھی نظروں کے سامنے آ گیا۔ رضا صاحب واپس آئیں تو اس پر بھی حملہ کریں گے" شہریار نے درمیان میں مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"سنو مسٹر شہریار میرا یہ آخری اور قطعی فیصلہ ہے کہ ہم آپ لوگوں سے علیحدہ رہ کر کام کریں گے۔ آپ اپنے طور پر تنظیم کے خلاف کام کریں ہم آپ کو روک نہیں سکتے۔ لیکن ہم اپنی منصوبہ بندی علیحدہ کریں گے۔ اگر آپ کو یہ فیصلہ منظور ہو تو ٹھیک ہے ورنہ ہم آپ کے وزیر اعظم سے بات کر کے واپس چلے جائیں گے پھر آپ جانیں اور آپ کا کام" فیصل نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"میں اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کر سکتا۔ رضا صاحب آ جائیں آپ ان سے بات کر لیں" شہریار نے جواب دیا۔ اسی لمحے ملازم نے مشروبات لاکر ان کے سامنے رکھ دیئے اور وہ سب مشروبات پینے میں مصروف ہو گئے۔

ابھی وہ مشروبات سے فارغ ہوتے ہی تھے کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور رضا کاشانی اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی پریشانی کے آثار نمایاں تھے

"کیا ہوا سر آپ کچھ پریشان لگتے ہیں؟"
شہریار نے اُسے دیکھ کر چونکتے ہوئے
پوچھا۔

"ہاں ۔ مجھے چیک کر لیا گیا تھا۔ لیکن میں
نے بھی بروقت محسوس کر لیا اور بڑی مشکل
سے جان بچا کر آیا ہوں ورنہ آج ان لوگوں
نے بری طرح گھیر لیا تھا"
رضا کاشانی نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے
کہا "مگر ہوا کیا تھا کچھ تفصیل تو بتائیے"
شہزاد نے تجسس آمیز لہجے میں سوال کرتے
ہوئے کہا۔

"آپ لوگوں کے جانے کے بعد میں
عمارت کے سامنے ایک گھنے درخت پر چھپ
کر بیٹھ گیا۔ عمارت میں بے شمار مسلح لوگ
موجود تھے۔ وہ سب کسی کمرے سے نکلے اور
پھر جلدی عمارت میں پھیلتے چلے گئے۔ اسی
اثنا میں ایک بند ویگن پورچ میں لائی گئی
اور پھر چار نقاب پوش اور مسلم اصفہانی اس ویگن
میں بیٹھ گئے۔ میں نے مسلم اصفہانی کے ہاتھ میں

،،

ٹائم بم چیک کر لیا چاروں بڑوں کے انداز
سے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے مسلم اصفہانی
انہیں جبراً لے جا رہا ہو۔ پھر وہ مسلم اصفہانی
سمیت اس ویگن میں بیٹھ گئے۔ اور ویگن باہر
نکل کر شہر کی طرف آتی چلی گئی۔ پھر تقریباً
پندرہ منٹ بعد ہی مسلم اصفہانی ٹیکسی پر
اکیلا واپس آ گیا۔ اس نے ٹیکسی روانہ کر دی
اور خود عمارت میں داخل ہو گیا۔ عمارت میں
موجود ہر شخص اس سے اس طرح پیش آ رہا
تھا جیسے وہ تنظیم کا سربراہ ہو۔ مسلم اصفہانی
برآمدے سے ہوتا ہوا کسی کمرے میں چلا
گیا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد وہ برآمدے
میں واپس آیا تو اس کے انداز سے بے چینی
اور پریشانی ٹپک رہی تھی۔ ایک اور نوجوان
بھی اس کے ہمراہ تھا۔ مسلم اصفہانی نے رک کر
اپنی عینک اتار لی اور پھر اسے رومال سے
صاف کرکے جیسے ہی اس نے اُسے پہنا
اس وقت اس کا رُخ ٹھیک میری طرف
تھا اور پھر میں نے اسے بری طرح چونکتے

اور ساتھ والے نوجوان سے میرے درخت کی
طرف کچھ کہتے دیکھا۔
نوجوان کو بھی چیخ کر اپنے ساتھیوں سے
کچھ کہتے ہوئے دیکھا اور پھر پانچ مشین گن
بردار تیزی سے پھاٹک کی طرف دوڑے۔
میں سمجھ گیا کہ مجھے چیک کر لیا گیا ہے
چنانچہ میں انتہائی تیزی سے نیچے اترا اور
پھر ایک طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ مگر ان پانچ
آدمیوں نے مجھے چیک کر لیا اور پھر مجھ
پر فائرنگ کر دی۔ لیکن میں مختلف گلیوں
میں بھاگ کر انہیں ڈاج دینے میں کامیاب
ہو گیا اور آخرکار ایک سڑک پر مجھے خالی
ٹیکسی مل گئی اور میں یہاں پہنچ گیا۔"
رضا کاشانی نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے
کہا۔ "مجھے تو احساس ہو رہا ہے کہ مسلم
اصفہانی نے چار بڑوں کی بجائے خود ہی
کالا گلاب کی سربراہی سنبھال لی ہے۔"
شہریار نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد
کہا۔ "وہ اس کی حرکات تو یہی بتا رہی تھیں

او ہاں میں نے خسرو کی لاش بھی دیکھی تھی
ت میرے سامنے گٹر میں پھینک دیا گیا
تھا۔" رضا نے جواب دیا۔
"اب کیا پروگرام ہے۔ میرے خیال میں
ہمیں اس عمارت پر بھرپور حملہ کر دینا چاہیئے"
شہریار نے جواب دیا
"ٹھیک ہے تم اپنے آدمیوں کو کال کرو
اور پھر خود ہی ان کی سربراہی کرو اور پھر
اس عمارت پر حملہ کر دو۔ کوشش کرنا کہ کوئی
آدمی زندہ ہاتھ آ جائے تاکہ ہم اس سے
کوئی کام کی بات معلوم کر سکیں۔"
رضا کاشانی نے ہدایات دیتے ہوئے کہا
"مجھے اس کے لئے پوائنٹ وی پر
جانا ہو گا" شہریار نے اٹھتے ہوئے کہا۔
"ضرور۔ میں خود تمہارے ساتھ چلتا ہوں
شہزاد صاحب آپ لوگ یہاں آرام کریں
باقی کام ہم خود سنبھال لیں گے۔ یہاں مسلح
محافظ موجود ہیں وہ آپ کی حفاظت کریں
گے اور کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو

آپ ملازم سے کہہ دیں۔ میں اس عمارت پر ریڈ کرنے کے بعد یہاں آؤں گا۔ اور پھر مزید منصوبہ بندی کریں گے" رضا کاشانی نے شہزاد سے مخاطب ہو کر کہا۔

"دیکھئے رضا صاحب فیصل اور میں نے ایک اور پروگرام بنایا ہے۔ دراصل ہمارا اکٹھا کام کرنا کچھ فائدہ مند نہیں ہو رہا اس لئے یہ بہتر ہو گا کہ آپ اپنے طور پر کام کریں اور ہمیں آزادانہ طور پر اپنا کام کرنے دیں۔ ہم ٹیلیفون پر ایک دوسرے سے معلومات حاصل کر لیا کریں گے" شہزاد نے رضا کاشانی کے سامنے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن آپ اکیلے کیسے کام کریں گے" رضا کاشانی نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"اس بات کی آپ فکر نہ کریں۔ آپ اپنے طور پر کام کرتے رہیں اور ہمیں ہماری مرضی پر چھوڑ دیں" شہزاد نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیا

"ٹھیک ہے اگر آپ ایسا چاہتے ہیں تو یہاں بھی سہی۔ آپ اسی کوٹھی کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا لیں۔ یہاں آپ کو ہر سہولت ملے گی۔ یہاں دو کاریں بھی موجود ہیں۔ دس مسلح افراد بھی ہیں وہ بھی آپ کی نگرانی میں کام کریں گے۔ ہر قسم کا اسلحہ بھی سٹور میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ آپ کو کسی قسم کی ضرورت پڑے تو آپ ٹیلیفون نمبر دو ایک تین چار پر ٹیلیفون کر کے کہہ دیجئے یا پھر ٹرانسمیٹر پر فریکونسی الیون ویسٹ زیرو نارتھ تھری پر کال کر لیجئے" رضا کاشانی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "بہت بہت شکریہ یہ پروگرام ٹھیک رہے گا" شہزاد نے سر ہلاتے ہوئے کہا "اوکے میں یہاں ملازموں اور تمام مسلح افراد کو ہدایات دے دیتا ہوں آپ کو ان سے کسی قسم کی شکایت نہ ہو گی بائی۔ بائی" رضا کاشانی نے جواب دیا اور پھر وہ شہریار سمیت کمرے سے باہر نکل

گیا۔ " میرا خیال ہے یہ خود ہم سے پیچھا چھڑانا
چاہتا تھا اس لئے اتنی جلدی مان گیا "
فیصل نے رضا کاشانی کے بعد ہنستے ہوئے
کہا۔ " ہو سکتا ہے بہرحال یہ اچھا ہی ہوا
اب ہم آزادی سے کام کر سکیں گے "
شہزاد نے جواب دیا
" میری بات مانو تو چپکے سے یہاں سے
نکل چلو۔ یہ رضا کاشانی وغیرہ اپنے آپ
کالا گلاب سے نپٹتے پھریں گے " فیصل نے
ایک بار پھر کہا۔
" دیکھو فیصل آئندہ میرے سامنے بزدلی
کی باتیں مت کرنا۔ یہ صرف میرا ہی نہیں
ہمارے وطن کی عزت کا سوال ہے۔ اگر
ہم بزدلوں کی طرح یہاں سے فرار ہو گئے
تو ہمیشہ کے لئے ہمارے ملک کی عزت
پر داغ لگ جائے گا۔ ہم نے تو کالا
گلاب کا خاتمہ کرنا ہے چاہے اس کے
لئے ہمیں دنیا کے آخری کونے تک
کیوں نہ جانا پڑے " شہزاد نے اسے

سمجھاتے ہوئے کہا۔
" ٹھیک ہے تمہاری بات درست ہے
میں آئندہ ایسی بات نہ کروں گا۔ لیکن ہمیں
کوئی ٹھوس منصوبہ بندی کرنی چاہیئے "
فیصل نے سر ہلاتے ہوئے کہا
" ہاں لیکن فی الحال تو مجھے شدید بھوک
لگی ہوئی ہے اور بھوک کی وجہ سے چونکہ
میرا معدہ خالی ہے اور معدہ خالی ہونے
کی بنا پر میرا دماغ ظاہر ہے کام کر ہی
نہیں سکتا۔ اس حالت میں تو ٹھوس منصوبہ
بندی تو ایک طرف میں کچی منصوبہ بندی
بھی نہیں کر سکتا " شہزاد نے بے اختیار
پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔
" مرنے کے بعد جب منکر نکیر قبر میں تم
سے سوال جواب کرنے آئیں گے تو تم نے
ان سے پہلے کھانا ہی طلب کرنا ہے۔ پھر
ان کے سوالوں کے جواب دو گے "
فیصل نے ہنستے ہوئے کہا۔
" میری بھوک ختم ہو گی تو سوال جواب

کی بھی نوبت آئے گی۔" شہزاد نے کہا اور فیصل بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا پھر شہزاد نے اٹھ کر سوئچ بورڈ پر نصب کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں بعد ایک ملازم اندر آ گیا

"جی فرمائیے جناب" ملازم نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا

"ہمارے لئے کھانے کا بندوبست کرو اور سنو تھوڑا بہت کھانے کا تکلف نہ کرنا مجھے بے حد بھوک لگی ہوئی ہے" شہزاد نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں چیف باس نے ہمیں مکمل ہدایات دے دی ہیں" ملازم نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ سر جھکا کر باہر نکلتا چلا گیا

"لو بھئی تم کھاؤ کھانا اور میں تو سوتا ہوں۔ صبح اٹھ کر آرام سے بیٹھ کر کوئی منصوبہ بندی کریں گے" فیصل نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں تم سو جاؤ میں کھانا کھانے کے بعد کوشش کروں گا کہ اپنے طور پر کوئی منصوبہ بندی کر لوں ورنہ پھر ظاہر ہے صبح ناشتے کے بعد ہی سوچا جا سکتا ہے" شہزاد نے کہا اور فیصل اٹھ کر ملحقہ خواب گاہ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ البتہ ڈریکولا وہیں بیٹھا رہا اور ظاہر ہے وہ شہزاد سے پہلے نہیں سو سکتا تھا اور پھر اسے بھی بھوک لگی ہوئی تھی۔

"وہ نکل گیا ہے جناب" ایک سٹین گن بردار نے بڑے ندامت بھرے لہجے میں سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"تم پانچ تھے اور وہ اکیلا پھر بھی وہ نکل گیا" اسفندیار نے غصے سے بل کھاتے ہوئے کہا۔ جب کہ اس کے ساتھ کھڑا ہوا مسلم اصفہانی خاموش رہا۔ اُسے غصہ تو بہت آیا تھا لیکن اب وہ تنظیم کا چیف باس تھا اس لئے وہ باوقار رہنا چاہتا تھا۔

"جج جناب ..." اس آدمی نے ہکلا کر کچھ کہنا چاہا

"چھوڑو اسفندیار میں نے اسے اترتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ رضا کاشانی تھا۔ وہ واقعی ان کے بس کا نہیں تھا۔ اب تم ایسا کرو کہ فوری طور پر ہیڈ کوارٹر شفٹ کر کے پوائنٹ تھری پر لے جاؤ جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہ کر گزرو کیونکہ رضا کاشانی اپنے آدمیوں سمیت کسی بھی لمحے یہاں حملہ کر سکتا ہے۔ پوائنٹ تھری پہنچ کر مجھے رپورٹ دینا۔ چیف باس فریکوئنسی پر" مسلم اصفہانی نے اسفندیار سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بہتر باس" اسفندیار نے سر جھکاتے ہوئے کہا اور مسلم اصفہانی سر ہلاتا ہوا تیزی سے پورچ میں کھڑی ہوئی سیاہ رنگ کی ایک کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اور پھر چند لمحوں بعد اس کی کار عمارت کے پھاٹک سے نکل کر سڑک پر دائیں طرف مڑی اور پھر خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی چلی گئی وہ سوچ رہا تھا کہ کاش چھت کو پوری طرح فرش کے ساتھ بیچک جلنے دیتا تو آج یہ مصیبت کھڑی نہ ہوتی۔ صرف

چند لمحوں کی ہی بات تو تھی۔ لیکن اس وقت اس نے یہی مت سب سمجھا تھا کہ جب وہ لوگ پوری طرح مشین اور سکرین کی طرف متوجہ ہوتے اس وقت وہ آسانی سے کام کر سکتا تھا اور پھر اُسے ایک لمحے کے لئے بھی یہ خیال نہ آیا تھا کہ مشین بند ہوتے ہی مودنگ روم کا دروازہ بھی خود بخود کھل جائے گا اور یہ لوگ اس طرح موقع دیکھ کر نکل جائیں گے۔ بہرحال اب جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔ اب اس کی نظر میں اس کے سامنے سب سے اہم مسئلہ ان پاکیشیا کے جاسوسوں کا خاتمہ تھا اس کے بعد ہی وہ اطمینان سے تنظیم کے کاموں میں مشغول ہو سکتا تھا اور پھر مختلف سڑکوں سے گذرنے کے بعد اس نے کار ایک عمارت کے پھاٹک پر روک دی۔ یہ اس کا اپنے گروپ کا ہیڈ کوارٹر تھا اور اب اس نے اس کو مین ہیڈ کوارٹر بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔ پھاٹک کے باہر کار روکتے ہی اس نے مخصوص انداز

میں تین بار ہارن دیا تو پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھلی اور ایک نوجوان باہر نکل آیا۔

"پھاٹک کھولو" مسلم اصفہانی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس باس" نوجوان نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا اور دوبارہ کھڑکی میں غائب ہو گیا۔ چند لمحوں بعد پھاٹک کھل گیا اور مسلم اصفہانی کار اندر لیتا چلا گیا۔ اس نے کار پورچ میں روکی تو وہاں موجود مسلح افراد اس کے سامنے ادب سے جھک گئے۔ کیونکہ اب مسلم اصفہانی پوری تنظیم کا سربراہ تھا۔ مسلم اصفہانی سر کو جھٹک کر ان کے سلاموں کا جواب دیتا ہوا مختلف کمروں سے گذر کر آپریشن روم میں داخل ہو گیا۔ یہاں دیوار پر مختلف سکرینیں نصب تھیں اور درمیان میں رکھی ہوئی میز پر ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا مسلم اصفہانی جیسے ہی کرسی پر جا کر بیٹھا اچانک ہلکی سی سیٹی کی آواز کمرے میں گونجی اور پھر دیوار پر لگی ایک چھوٹی سی سکرین

روشن ہو گئی۔ اس سکرین کے کونے میں سرخ رنگ سے چھ کا ہندسہ تحریر تھا۔ بٹن دبتے ہی سکرین پر ایک نوجوان کی تصویر ابھر آئی۔

"نمبر سکس سپیکنگ اوور" نوجوان کے لب ہلے اور ٹرانسمیٹر سے اس کی آواز آنے لگی۔ "یس چیف باس سپیکنگ اوور" مسلم اصفہانی نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"باس ابھی ابھی میرے آدمیوں نے اطلاع دی ہے کہ رضا کاشانی اور شہریار کو انہوں نے ایک کار میں اکرم اسکوائر کی ایک کوٹھی جس کا نمبر پچیس ہے جلتے ہوئے دیکھا ہے اوور" نمبر سکس نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"اکرم اسکوائر کی کوٹھی نمبر پچیس کیا یہ بات یقینی ہے کہ وہ واقعی رضا کاشانی اور شہریار تھے اوور" مسلم اصفہانی نے چونکتے ہوئے پوچھا

"یس سر یہ بات یقینی ہے۔ میرے آدمی

ان دونوں کو اچھی طرح پہچانتے ہیں اوور" نمبر سکس نے جواب دیا۔

"اب تمہارے آدمی کہاں ہیں اوور" مسلم اصفہانی نے پوچھا۔

"وہ اس عمارت کی نگرانی کر رہے ہیں اوور"۔ نمبر سکس نے جواب دیا۔

"او۔ کے تم انہیں ہدایت دے دو کہ وہ اس عمارت کی مکمل نگرانی کریں میں بلاسٹنگ ڈیپارٹمنٹ کے آدمیوں سمیت خود وہاں پہنچ رہا ہوں اوور" مسلم اصفہانی نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بلاسٹنگ ڈیپارٹمنٹ اوور" نمبر سکس نے گھبرا کر پوچھا۔

"ہاں اس کے سوا چارہ بھی نہیں ہے اوور" مسلم اصفہانی نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "بہتر جناب اوور" نمبر سکس نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا

"اوور اینڈ آل" مسلم اصفہانی نے جواب دیا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر کا چھ نمبر بٹن

آف کر دیا۔ بٹن آف ہوتے ہی سکرین بھی آف ہو گئی وہ چند لمحے سوچتا رہا۔ کیوں کہ ابھی دن پوری طرح غروب نہ ہوا تھا اور وہ جانتا تھا کہ اکرم اسکوائر انتہائی آباد اور گنجان ہے وہاں پر بلاسٹنگ ڈیپارٹمنٹ کے آدمی اپنا کام آسانی سے کر بھی سکیں گے یا نہیں کیونکہ ایسے موقع پر ان کے پکڑے جانے کے امکانات زیادہ تھے اور پھر چونکہ اکرم اسکوائر امیر ترین لوگوں کی کالونی ہے اس لئے وہاں عام طور پر پولیس کی بھاری جماعت گشت پر رہتی تھی۔ لیکن پھر اس نے سر کو فیصلہ کن انداز میں جھٹکا اور ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا ایک اور بٹن دبا دیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو وہ اس بلڈنگ کو اڑا کر ہی دم لے گا ۔ اسے یقین تھا کہ اگر رضا کاشانی اور شہریار اس عمارت میں ہیں تو پھر پاکیشیا کے جاسوس بھی یقیناً یہیں موجود ہوں گے اور اب ان کے خاتمے کا محفوظ ترین طریقہ یہی تھا کہ پوری کوٹھی کو

ہی اڑا دیا جائے۔ اس کے بعد جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

اس کے بٹن دباتے ہی دیوار پر لگی ہوئی گیارہ نمبر سکرین روشن ہو گئی۔ گیارہ نمبر بلاسٹنگ ڈیپارٹمنٹ کا نمبر تھا۔

ختم شد

فیصل شہزاد اور ریکو ڈاکا انتہائی حیرت انگیز اور دلچسپ کارنامہ

جاسوس مجرم

مصنف :- مظہر کلیم ایم - اے

- کیا مسلم اصفہانی اس کوٹھی کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو گیا جس میں فیصل شہزاد موجود تھے ؟
- بلاسٹنگ ڈیپارٹمنٹ کے عملے نے بے دریغ تباہی پھیلا دی خوفناک تباہی جس میں سینکڑوں انسان موت کی وادی میں پہنچ گئے
- رضا کاشانی کے سر میں گولی مار دی گئی۔ اور فیصل شہزاد منہ دیکھتے رہ گئے۔
- فیصل شہزاد اور کالا گلاب تنظیم کے قاتلوں کے درمیان خوفناک مقابلہ
- انتہائی حیرت انگیز اور دلچسپ ناول شائع ہو گیا ہے

آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں۔

ناشران، یوسف برادرز پبلشرز بک سیلرز پاک گیٹ ملتان

بچوں کے لیے انتہائی دلچسپ اور حیرت انگیز کہانی

بدصورت جادوگرنی

مصنف :- مظہر کلیم ایم - اے

- ملک روم کی شہزادی ماہ جبیں جو مردوں سے شدید نفرت کرتی تھی۔
- ملک مصر کا شہزادہ آصف جو دنیا میں اپنے سے زیادہ کسی کو خوبصورت نہ سمجھتا تھا۔
- بدصورت جادوگرنی۔ جو ملک روم کی ملکہ بننا چاہتی تھی اور جس نے شہزادی ماہ جبیں کی روح قبضہ میں لینے کی کوشش شروع کر دی۔
- شہزادہ آصف جو شہزادی ماہ جبیں کے دل سے مردوں کی نفرت دور کرنا چاہتا تھا۔
- شہزادی ماہ جبیں کو بچانے کے لئے شہزادہ آصف بدصورت جادوگرنی سے ٹکرا گیا۔
- بدصورت جادوگرنی۔ جس نے شہزادہ آصف سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔
- بدصورت جادوگرنی۔ جس نے شہزادہ آصف کے سامنے شہزادی ماہ جبیں پر کوڑے برسانے شروع کر دیئے۔
- بدصورت جادوگرنی کے سپہ سالار اور شہزادہ آصف کے درمیان تلواروں کی خوفناک جنگ۔
- کیا شہزادہ آصف شہزادی ماہ جبیں کے دل سے مردوں کے خلاف نفرت دور کرنے میں کامیاب ہو گیا۔
- کیا بدصورت جادوگرنی شہزادہ آصف سے شادی کرنے میں کامیاب ہو گئی — یا -؟

— انتہائی دلچسپ — حیرت انگیز — اور دلکش کہانی —

یوسف برادرز - پاک گیٹ ملتان